ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9. No. 1 2026

خاکہ اور سرائیکی خاکہ نگاری

- ڈاکٹر محمد ممتاز خان
- ذی وقار نجیب

  - ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور
  - لیکچرار، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Iconography is such a genre of literature that working in between the Stream of art of characterization and history, causes awareness about the manners, moods, humors and temperament of an author along with his literary features. Certain personalities are so universal and multidimensional that a whole universe exists within them. One requires long and laborious effort of book readings for years to cover the positive as well as negative aspects of their personalities. Imagism is a genre that offers useful information about the required personality to the researcher or the intellectual within short span of time without facing hardships and deep efforts.
Imagism in Saraiki literature started with the publication of various writings in different journals nonetheless, published are not much in number, yet the works produced if not super flours in quantity, are, of course, up to the mark in quality. In the critique under discussion, an effort is made to search the beginning and evolution of Saraiki Iconography along with a critical analysis of the works of Saraiki Iconographers.

Keywords: Iconography, characterization, Multidimensional, Imagism, nonetheless, super flours.

خاکہ نگاری بظاہر تو پورٹریٹ اور سکیچ کے نزدیک کی کوئی چیز ہے جس کا مقصد کسی شخصیت کا مختصر ترین جائزہ لینا ہے۔ ہمارے ہاں اس عمل سے استفادہ کم سے کم کیا جاتا ہے۔ محض تخلیق کا سرسری جائزہ لینا ہی تخلیق کو سمجھنے کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا، تاوقت یہ کہ خالق کے مزاح، اطوار، گفتار اور کردار سے کماحقہ واقفیت نہ ہو۔ بعض ادبی شخصیات اتنی ہمہ گیر اور ہمہ جہات ہوتی ہیں کہ گویا اپنے اندر ایک مکمل جہان بسائے ہوئے ہوتی ہیں۔ ان کی ہمہ قسم خوبیاں احاطہ میں لانے کے لیے سینکڑوں کتابوں اور برسوں کی ریاضت مطالعہ درکار ہوتی ہے۔ وقت کی کمی، انبوہ مسائل اور ہمہ ہمی کی اس کیفیت میں ایسا کون سا راستہ رہ جاتا ہے جو ایک محقق یا مؤدب کی تشنہ کامی کو سیر یاب کرے۔ لے دے کے ایک خاکہ نگاری ہی ایسی صنف ادب رہ جاتی ہے جو ہمیں سیرت نگاری اور تاریخ نامے کے مابین رہتے ہوئے کسی ادیب کے خدوخال کے ہمراہ اس کے اطوار واحوال اور مذاق و مزاج سے آگاہی کا سبب بنتی ہے۔

مذکورہ حالات نے خاکہ نگاری کی اہمیت کو نہ صرف دوچند کیا ہے بلکہ خاکہ نگاری کے فروغ کے اسباب کو بھی روشن کر دیا ہے۔ پاکستانی ادب ہو یا غیر پاکستانی یا پھر چند علاقائی زبانیں ان میں کھلی اور جزوی طور پر ہر پیش و پس منظر میں خاکہ نگاری اپنے قدم جما چکی ہے۔ خصوصاً پاکستان کی علاقائی زبانوں میں سرائیکی کثیر الافراد لوگوں کی ابلاغی ذمہ داریوں کو پورا کر رہی ہے۔ اس صنف کے فروغ میں مہارت ادب اور لفظوں کی پیچ کاری کے ساتھ ساتھ صرف اور نحو پر مکمل عبور ہونا امر ہے۔ دراصل خاکہ نگاری مختصر نویسی کے قریب کی صنف ہے جس میں لفظوں اور جملوں کا استعمال نہایت چابک دستی اور ایہامیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ گویا اس صنف خارزار میں قدم رکھنا آسان نہیں۔ تاہم سرائیکی زبان کے دسیوں ادیب اس صنف میں طبع آزمائی کر چکے ہیں اور بیسیوں جزوی طور پر اس صنف سے دل پشوری کا حظ اُٹھا رہے ہیں۔

سرائیکی نثر میں صنف خاکہ زیادہ قدامت کی حامل نہیں تاہم چند مثنویوں اور منظوم قصص میں خاکہ نگاری کے کچھ نقوش درج پائے جاتے ہیں۔ مشہور زمانہ مثنوی سیف الملوک از لطف علی میں تحریر ہے کہ:

ہئی بد حال ہتھانی کانی زنگانی منہ کالی
سر بد ڈول قد آور کناں وات عظیم کُنالی
بنی گرم دوکان ڈسے ہی ہر ہک ناس کھٹالی
ڈیکھ ڈرا کل ڈند اوندے خود تھیوے خجل ڈندالی (1)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اسی طرح مختلف منظوم قصوں میں چند شعری شذرات میں کسی نہ کسی کردار کی خاکہ نویسی کے آثار ملتے ہیں تاہم بیسویں صدی کے نصف آخر میں جب کئی شہروں سے مختلف سرائیکی رسائل اور جرائد کے اجراء کی روایت پڑی تو حسب ضرورت اس وقت کے تعلیم یافتہ ادیبوں سے فرمائشی مضامین، افسانے، تجزیے، خاکے اور انشائیے تحریر کرائے جانے لگے۔ خاکہ نگاری کے حوالے سے رسائل کا مطالعہ کریں تو سرائیکی زبان کے پہلے ناول نگار ظفر لشاری کا پہلا باقاعدہ خاکہ سہ ماہی "سرائیکی" میں بعنوان "نانی ٹونڑیاں والی" چھپا۔ یہ رسالہ جنوری ۱۹۷۵ء میں بہاول پور سے سرائیکی ادبی مجلس کے پلیٹ فارم سے شائع ہوا۔ مطبوعہ شکل میں دوسرا خاکہ "ماسی بختو" جاوید ملک نے سہ ماہی رسالہ "سنیہا" ستمبر ۱۹۷۸ء میں چھپوایا۔ اپریل ۱۹۷۸ء میں ہی ملتان سے چھپنے والے "سرائیکی ادب" میں احمد پور شرقیہ کے عبد الباسط بھٹی نے خاکہ "نانی سہاگن" کے عنوان سے لکھا۔ احمد پور شرقیہ سے چھپنے والے رسالے دوماہی "وسیب" احمد پور شرقیہ میں ظفر لشاری کے سلسلہ "اولنڑاں" میں بطور صنف پہلی بار خاکے کو متعارف کیا۔ ظفر لشاری کے لکھے ہوئے دو خاکے مظہر مسعود کا سیریز نمبر ا (مطبوعہ مارچ ۱۹۸۰ء) میں اور عاصم اچوی کا سیریز نمبر ۲ میں شائع ہوئے۔ جبکہ اقبال سوکڑی کی کتاب لڑی "سنیہا" کے اپنے طنزیہ و مزاحیہ کالم "شرارتی شیشہ" میں بھی سرائیکی خاکہ نگاری کے خدوخال نمایاں ہوتے رہے۔ اس دیکھا دیکھی میں سرائیکی وسیب میں چھپنے والے رسائل و جرائد میں اس صنف ادب کے ایسے بیج بوئے جانے لگے جو رسالہ "سنگت" لاہور میں بھی رواج پانے لگے۔ اُس میں صفدر بلوچ کا خاکہ "کہاڑا" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس دوران لوگوں نے دوسری زبانوں سے تراجم کر کے بھی خاکے شائع کروانے شروع کیے۔ خاکہ نگاری کی پہلی باقاعدہ کتاب چھپنے کا واقعہ بھی اپنے اندر ایک تاریخی کلائیمکس کا حامل ہے۔ اگرچہ "مہانڈراڈ یکھنس" کا متن پہلے تحریر ہوا لیکن چھپنے میں فیاض حسین قاصر فریدی کی کتاب "جوان تاں ڈیکھ" نے اولیت کا تاج اپنے سر پر سجالیا۔ اس کے بعد گاہے گاہے خاکہ نگاری کی کتب چھپتی رہیں لیکن جس زور شور سے خاکہ نگاری نے اپنی اڑان بھری اس کو برقرار نہ رکھا جاسکا اور آخرش یہ کہ سرائیکی ادب میں جس صنف میں بہت کم لکھا گیا ہے وہ یقینی طور پر خاکہ نویسی ہی ٹھہرتی ہے۔

بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

خاکہ پنسل سکیچ ہے جس میں کم سے کم لائنوں سے چہرہ کا تاثر واضح کیا جاتا ہے۔ اب یہ مصور کا اپنا وجدان اور فنی شعور ہے کہ وہ تاثر کو ابھارنے کے لیے چہرہ کے کن خطوط کو نمایاں کرتا ہے "(۲)

خاکہ محض شخصی اندازہ نہیں بلکہ ایک مدبرانہ اور مفکرانہ تیقن ہے جو چنیدہ لفظوں اور قوت ادراک کے ماہرانہ استعمال سے خرقہ تخلیق میں سمویا جاتا ہے۔ ایک معتبر خاکہ کی تلاش کے لیے جو بنیادی اوصاف مظہر کیے جاتے ہیں ان میں کسی شخصیت کے مثبت و منفی دونوں پہلوں کو اجاگر کیا جانا از حد ضروری ہوتا ہے بصورت دیگر خاکہ یک طرفہ خوشامد نامہ یا جانبدارانہ توصیف کے الاؤ میں جا پڑے گا۔ کوئی انسان نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ ابلیس۔ آدمیت کے سبھاؤ میں صواد کی ترنگ ترشی و شیرینی، نمکین اور چرھار میں پنہاں ہوتی ہے۔ غم و خوشی، اُداسی اور تہنیت ایک انسان عام کی پہچان کا حقیقی عکس ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر بشیر سیفی یوں رقمطراز ہوئے ہیں۔

" محض خوبیوں کے بیان سے خاکہ مدحیہ مضمون بن جائے گا اور صرف خامیوں کا اظہار دشنام طرازی کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔ کمزوریوں کا براہ راست اظہار شخصیت یا اس کے مداحوں کی دل آزاری کا سبب بن سکتا ہے۔ کمزوریوں کا اظہار ایسی ہنر مندی اور فنکاری سے ہونا چاہیے کہ شخصیت کی دل آویزی میں فرق نہ آنے پائے۔ خاکہ نگاری ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ خاکہ نگار کو کمال درجے کا ادیب ہونا چاہیے "(۳)

سرائیکی زبان کے معروف محرر و محقق اسلم میتلا اپنی کتاب "لعل سرائیکی دے" میں خاکہ کی بابت اپنے خیالات کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

" خاکہ نگاری ایجھی نثری صنف ہے جیکوں سوانحی مضمون تاں آکھیا ونج سگیندے پر سوانح عمری نی آکھیا ونج سگیندا۔ ایندے وچ صاحب خاکہ دی زندگی دی تصویر لفظاں راہیں سامنے گھن آون دی کوشش کیتی ویندی اے۔ صاحب خاکہ نال لکھاری دا ذاتی تعلق وی جھلکنا چاہیدا ہے۔ تخلیق ہلکی پھلکی ہووے بوجھ نہ لگے۔ مزاح ہووے پر تضحیک نہ لگے "(۴)

انگریزی زبان کے پورٹریٹ کی رسائی اردو ادب تک ہوئی تو خاکہ میں حلول کر گئی۔ اس خاکہ نے جب سرائیکی زبان و ادب میں اپنی نسلی افزائش فرمائی تو "اُولوں" کے بدن میں اس کا جنم پذیر ہوا۔ اس صنف ادب میں اگرچہ معدودے کتب معرض وجود میں آئی ہیں جن میں قاصر فریدی کی "جوان تاں ڈیکھ" سید انیس شاہ جیلانی کی "مہانڈراڈ یکھنس" اور "مڑدنگ" عبد الباسط بھٹی کی ڈکھ ڈول" اور "سانول سلونے" محمد اسلم میتلا کی "لعل سرائیکی دے" راہی گبول کی "مٹھڑے تیر" اور حفیظ گھوٹیہ کے "خواہ کہ "ریکارڈ پر موجود ہیں۔ تاہم جزوی طور پر مختلف رسائل میں چھپنے والے خاکوں کی ایک طویل فہرست ہے جس میں کم و بیش درجنوں ادیبوں نے قلم کاری کا ہنر دکھایا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سرائیکی زبان میں خاکہ نگاری کی نوزائیدہ صنف میں اگرچہ باقاعدگی اور افراط کا دروانہیں ہوا تاہم اس گام اولیں میں خاکہ نگاری کی جو بنیاد عبدالباسط بھٹی اور حفیظ گھوٹیہ نے ڈالی ہے وہ معیار اردو خاکہ نگاروں کے ہم پلہ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کی زبان دانی کی ہنر کاری نے خاکہ کو لطافت خیال اور فکری ترفع کی شاندار اڑان بھرائی ہے۔

سرائیکی زبان کا میدان اعلیٰ درجے کے فطری قلماروں سے بھرا ہوا ہے جو یقیناً اپنے پیش رووں کے مزاج معیار اور مذاق سے آگے کی سوچیں گے۔

سرائیکی زبان میں خاکہ نگاری کی ہنر کاری کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کھر سامنے آتی ہے کہ خاکہ نگاری کی سنگلاخی کو کتنی عمدگی سے چہل خرامی کی صورت میں عبور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قصے کہانیاں حقائق یا اختراع کچھ بھی ہوں تاہم خاکہ نگاری کے حوالے سے "جوان تاں ڈیکھ" بلاشبہ سرائیکی زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے جو قاصر فریدی کی چابک قلمی کا نمایاں ثبوت ہے۔ اس کتاب میں نو شخصیتوں کو خاکہ کی اٹکل پچو میں گھیرا گیا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں الفاظ پرنٹنگ پریس رحیم یار خاں سے چھپنے والی یہ کتاب زبان وبیان کے حوالے سے کسی بہتر درجے کی لکھت تو قرار نہیں دی جاسکتی تاہم خاکہ جاتی خصائص سے یکسر متفق نہ ہونا بھی سراسر غلط ہوگا کیونکہ اس کتاب کے خالص اور ٹکسالی حروف کی جابہ جا آراستگی سے قاری حظ ضرور اٹھاتا دکھائی دیتا ہے۔ نمونہ نثر دیکھیے:

آپ کچاری لاتی دیرے دی کنڈ جھلی بیٹھے ہن۔ اساں وی تھہر دے تھہر دے ونج سر کیوسے۔ ہک بھر میں جھلی ڈو جھی بھر راہی۔ آپ سکا ہتھ ڈے تے ول راہکیں دی ون تن اچ لگ گے۔ اُڈوں واند کائی ملیونے تاں میں ڈے منہ کتونے۔ میں چھڑا اہو آکھ سگیم "قاصر فریدی" ول راہی ڈے منہ کیتا۔ انہیں وی "راہی گبول" آکھ تے چھوہڑ ماری۔ جان سنجان تھئی تاں سئیں ٹرپا مارتے اُٹھیے گلگڑی چاپتونے تے آکھن لگے کیرھی گھوروچوں نکل آیو۔ (۵)

تحریر میں روزمرہ اور محاوروں کا دخول زبان دانی کا مظہر ہے۔ جملوں کا بے ساختہ پن ادبی ولسانی دسترس کا عکس ہے۔ اس کتاب کے خاکہ بعنوان "خان محمد لشاری" کا آغاز دیکھیں۔ الفاظ کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ لسانیات کے عاشق مگر طفل مکتب محسوس ہوتے ہیں۔

خان محمد لشاری ہک اصل اصیل محض غریب پیو دی ہک اکھ اے۔ روجھان دے علاقے شاہوالی دا جایا جپنا اے۔ تھولا گھنا ملخ ہانے پر مینہ وسے ہا تاں جوار باجھری لپ چلوں تھی پووے ہانہ تاں اللہ اللہ خیر صلا۔ اپنے ملخ اچ حیاتی دی تن ڈاڈھی ماریونے بکھ تریہہ وچ ڈھگ سریر ٹکیونے پر سنجائی ولاڈے گئی۔ "(۶)

سید انیس شاہ جیلانی سرائیکی زبان وادب کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔ ان کی نثر نگاری اولیں صف کی نثر نگاری تسلیم کی جاتی ہے۔ سرائیکی نثر کی تعمیر نو میں سید انیس شاہ جیلانی کا اہم کردار ہے۔ ان کا خاکہ نگار ہونا اولیں ٹھہرتا ہے۔ تاہم خاندانی ادبی ماحول نے سید انیس شاہ جیلانی کو سرکاری تعلیم سے دوری کے باوجود علم وادب کا گھوارہ بنا دیا۔ ان کی نثر نگاری سندھی زبان کے اثرات سے لبریز ہے شاید اس کی وجہ جغرافیائی ہو۔ انہوں نے سرائیکی زبان وادب کو ٹکسال کا پیراہن دینے کی بجائے گنوار لہجے کا جبہ پہنا دیا جس کی وجہ سے مقبول خواص کی بجائے مقبول عوام ہوئی۔ بذلہ سنجی اور صاف گوئی ان کے مزاج کا خاصا ہے۔ سو انہوں نے غالب کی طرح سرائیکی زبان کو بھی روزمرہ میں قید کرنے کا ہنر آزمایا۔ سید انیس شاہ جیلانی کی کتاب "مہانڈراڈیکھنس" میں بارہ خاکے درج ہیں۔ کئی خاکے سراسر مختصر اور کئی خاکے بے جا طوالت سے لبریز ہیں۔ کئی اہم ترین سیاسی شخصیات کی خاکہ نگاری ان کے سیاسی رجحان اور ذاتی تعلقات کی تاریخی گواہی ہے۔ سید انیس کا قلم حق گوئی اور بے باکی کی سیاہی سے بھرا رہتا تھا۔ ملک غلام محمد گونر جنزل پر انکا تجزیہ قابل غور بھی ہے اور قابل فکر بھی۔

اساڈی سرائیکی اچ غلام محمد کوں غلامند اکھیندن۔ ڈاڈھا ٹھاہ ہووے تاں غلاموں۔ غلاموں رنیں داوڈا شوقین ہا۔ دیسی ناں ولیئتی مال تے غزارا ہس پچھاڑی دا۔ منشیانی دیاں منشیں تعریفاں لکھیئن۔ اچھی کھلڑی آلے اوویں تاں اساکوں حجاج کنوں اپنے ملخ اچ لہن وی ڈیون تاں وڑن نہیں ڈیندے۔ طماں ہووے تاں پچھے غلامند جیہا گھگلاجڈتے توآوی ہاں تے پیالیٹے "(۷)

غلام حسین راہی گبول سرائیکی طنز ومزاح، انشائیہ نگاری اور خاکہ نگاری کا بے قاعدہ جبکہ ان کا باقاعدہ کام ناول اور افسانہ نگاری کے حوالے سے رہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان سے دہائیوں پہلے خاکہ نگاری کی روایت معرض وجود میں آچکی تھی مگر پھر بھی اس نے اپنی کتاب "مٹھڑے تیر" کو پہلی کتاب لکھا ہے حالانکہ طنز ومزاح کی روایت صدیوں پہلے رواج پاچکی تھی۔ انشائیہ بھی بہت پہلے کی بات بن چکا تھا۔ رہا خاکہ تو وہ بھی اس کے اڑے پاڑے میں ہی کتابی صورت میں آچکا تھا۔ اس کتاب میں سوائے فیاض حسین قاصر فریدی کے کوئی تحریر خاکہ کہلانے کے لائق نہیں۔ اگر ہیں بھی تو ان پر ایسا انشائیانہ رنگ غالب آچکا ہے کہ خاکہ سے زیادہ انشائیانہ مبادیات کی حامل ہیں۔ ان کا ایک خاکہ بہ عنوان "فیاض حسین قاصر فریدی" شایان شان خاکہ بعنوان ہے۔ نمونہ نثر دیکھیے۔

میڈا ہو کا اے ہے جو میں کنے ودھ قاصر کوں بیا کوئی نئیں جانڈا۔ قاصر دا مزاج آتشی، جسم بادی، اَلا خاکی تے نظر آبی ہس۔ زبان وچ مکھن تے ماکھی اِس، پر ہتھ وچ قلم کوں تلوار بنائی بیٹھے "(۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JALT JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

اس کتاب کے تاثرات میں ظفر لاشاری نے جو خیال قلمبند کیے ہیں ان کو یقیناً کسی شاندار خاکے کا نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں تخلیق ہونے والے سرائیکی ادب میں ایک ہی سال دو سرائیکی نثری کتابوں کا شائع ہونا ایک حیرت افزا واقعہ تھا۔ اب کی بار ایسا محسوس ہوا کہ شاید اس آسان صنف ادب میں دھڑا دھڑ کتب کا مقابلہ ہو گا مگر ایک طویل جمود قائم ہوا جو پانچ سال تک طاری رہا۔ ۱۹۹۵ء میں عبد الباسط بھٹی نے اس صنفی تالاب میں کنکر پھینک کر ارتعاش پیدا کیا۔ شاید یہ کنکر نہیں بلکہ بھاری پتھر کی مانند تھا کہ جس نے سرائیکی خاکہ نگاری کی دنیا میں ایک نیا اعتبار اور معیار قائم کیا۔ عبد الباسط بھٹی کی کتاب بعنوان "ڈکھ ڈول" کل پندرہ خاکوں پر مشتمل ہے جس میں صاحب اسلوب خاکہ نگاری کی فنی عظمت کو ادب کا مقام محمود دان ہوا۔ عبد الباسط بھٹی اردو اور انگریزی ادب کا یکساں قاری ہے۔ ادب عالیہ پر متمکن دونوں زبانوں کے مطالعہ نے "ڈکھ ڈول" پر گہری ادبی چھاپ چھوڑی ہے۔ یہ کتاب اپنے قدما لکھاریوں سے مہا بہتر ہے اور آئندہ زمانوں کے لیے منارہ نور ہی نہیں بلکہ چیلنج ہے جس کا ہم پلہ ہونے کے لیے برسوں سوچنا اور صدیوں لکھنا ہو گا۔ ان کے خاکہ جہانگیر مخلص سے ایک نمونہ ملاحظہ کریں۔

سانولا رنگ، ونگرے وال، تلوار نک، پتلے تھوڈ، منہ متھا کھلا، تلی واٹویاں مچھاں، لاپڑ کناں، ہرنی جنگھاں، شکلوں مسکین، اللہ راسی، بھولا بھالا، صیح سچ دا یتیم، عملاں دا پُر قد پنج فٹ ڈاہ انچ، سارے لنگ سلامت پر زبانوں بتڑا، ٹنڈا نہ منڈا پر ہک رگ ودھ "(۹)

دلشاد کلانچوی کے خاکے سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

بندہ ریٹائر تھیوے اللہ اللہ کرے۔ ارام کرے، اساں ڈٹھے ڈھیر بزرگ مسیتاں مل ویندن۔ کلانچوی سیں ریٹائر کیا تھئین سرائیکی زبان تے ادب دے پڑ پئے گن۔ ڈھڑے ڈند، چٹڑے وال، نہ کوئی حد نہ بناں اصلوں چھڑ گن سرائیکی دے پچھوں۔ حالی تیں کتاباں کوں ڈڑھے پن۔ چلو نونہاں دی تاں جان چھٹی نہ کہیں دی تیری نہ میری"(۱۰)

اگرچہ خاکہ نگاری ایک حد تک تحریری فلم ہے جو پڑھنے کے ساتھ ساتھ محرک طور پر بھی محسوس کی جاسکتی ہے مگر اس میں بہت سے خاکہ نگار حد احترام کو لازمی ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ انداز تحریر جب احترام کے لبادہ کو اوڑھ لیتا ہے تو خاکہ نگاری پر مصلحت کی دبیز تہہ چڑھ جاتی ہے جب کہ سرائیکی ادب میں جب کبھی کوئی خاکہ انیس شاہ جیلانی کے قلم کی لپیٹ میں آیا تو ان کے بے باکانہ مزاج نے خاکہ کو شخصیت کے قریب تر اور حقائق کا آئینہ بنا دیا۔

سید انیس شاہ جیلانی ہمہ وقت مریدوں اور حلقہء ارادت مندوں میں گھرے رہتے تھے۔ عام لوگوں اور معتقدین ان کے فرامین کا حظ اٹھاتے رہتے تھے۔ آپ ایک خوش مزاج، بذلہ سنج اور نکتہ سنج شخصیت تھے۔ آپ کی بے باکانہ رائے بھی عوام الناس اور خواص میں ہمیشہ حاملِ پزیرائی رہی ہے۔ ان کی کتاب "مڑ دنگ" ان کی طبع فنی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سید انیس شاہ جیلانی اپنے ایک خاکہ "لئیق اختر" میں اپنی حقیقت پسندی اور صاف گوئی کو کچھ اس طرح تفنن کا خرقہ پہناتے ہیں۔

کتھوں کھمد اپیندا کیا کھمد اہا۔ ایہا سُدھ سماتاں اساں نہ لدھی، سارا ڈینہ کوڑ کٹوں پیشیں دا لئیق صاحب وچ پیر گوڑھی کھیڈ دن۔ ایہو دھندا تے ایہو وپار۔ ویندا تاں پکا ہا الا ہے پچھے کھیڈ دا کیجھا ہا۔"(۱۱)

سید انہیں شاہ جیلانی نے صرف بالمشافہ لوگوں اور دوستوں کو ہی اپنے خاکہ کا موضوع نہیں بنایا بلکہ ایسے سرائیکی پردھان لکھاریوں کو بھی موضوع بنایا ہے جن تک ان کی رسائی صرف اور صرف تحریر اور رسالہ جاتی ابلاغ تک محدود تھی۔ سید انیس شاہ جیلانی کی صلاحیت اور ظرافت ان کے ادبی مقام کو سرا سر بلند کرتی ہے۔ عطا محمد دلشاد کلانچوی کے بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں:

کلانچ والا ریاست بہاول پور وچ ہک ٹیشن تاں آندے ویندیں ڈیکھدے ایوسے پر گاڈی کنوں لہہ تے ڈٹھا اج تونی کجھ نسے۔ ڈیکھن آلی شئے دلشاد سئیں تاں گھناں کر بہاول پور بال پڑھیندے پڑھیندے اُٹھئیں دیرے لئی بیٹھن۔ کلھے سر کتابیں دے ڈھگ لئی بیٹھن۔ جڈاں لکھے سرائیکی دے ودھارے دی گالھ لکھے"۔(۱۲)

سید انیس شاہ جیلانی نے بابائے اردو مولوی عبد الحق جیسے اولین خاکہ نگار کا بھی خوب خاکہ کھینچا ہے۔

مولوی عبد الحق سر سید دا لاڈ کا خطابی ہا۔ مولوی عبد الحق سر سید کوں ڈٹھے تے میں مولوی عبد الحق کوں ڈٹھے۔ چنگی شئے تے چنگے جوانیں دا ڈیکھن اشاتے۔ مولوی صاحب وڈی حیاتی مانی تے اُڑدو اُڑدو کریندا موا۔ اُردو کیتے جتھاں کتھاں چھپر چھئی و دا ہوندا ہا۔ اُڑدو کوں عبد الحق دی گھائی یاری کجھ تاریا تے کجھ لوڑھیا وی۔ وس لگس ہا تاں عربی میس تے قرآن شریف کوں اُڑدو اچ کر کھڑا وے ہا۔ رات اُڑدو ڈینھ اُڑدو"(۱۳)

غرض سرائیکی نثر کی بنیادیں مضبوط کرنے والے ایک معتبر لکھاری کا نام سید انیس شاہ جیلانی ہے جنہوں نے اگرچہ کم لکھا مگر نہایت کام کا لکھا اور معتبر لکھا۔

عبد الباسط بھٹی کی ایک اور کتاب "سانول سلونے" جون ۲۰۱۳ء میں چھپی۔ "ڈِکھ ڈول" اور "سانول سلونے" میں تقریباً تئیس سال کا زمانی توقف ہے جو سرائیکی ادب کے لیے لمحہ فکریہ سے کم نہیں۔ تاہم دیر آید درست آید۔ لیکن خاکہ ایسی غیر مشہور اور غیر مقبول صنف ادب کے ترکے میں گاہے گاہے اضافہ ہوتا رہنا نہ ہونے سے

قدرے بہتر ہے۔ اس کتاب میں پچیس شخصی خاکے درج ہیں۔ خاکوں کی تفصیل دیکھنے کے بعد گماں گزرتا ہے کہ شخصیات کچھ بالکل نو آموز ہیں یا قبر اندوز، تاہم اس فہرست میں سرائیکی ادب کے معروف ادیب شامل ہیں جن کا یکجا مطالعہ کسی اور حوالے سے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ عبد الباسط بھٹی نے اس مرتبہ شخصیات کے ساتھ شخصیات کے سماج، رواج اور مزاج تینوں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ مقبول گیلانی کے خاکہ کا ایک انداز دیکھیں۔

اساں اپنی سنبھل وان اچ دھرتی تے بدلدے کئی منظر ڈٹھن۔ روز نویں گالھ اے۔ سماج بھیج ترٹ داشکار ہے۔ سیاسی منظر نامہ بدلدا رہ ویندے۔ معیشت کوں جندرے لگ گن۔ ثقافتی رنگ بکھڑے تھیندے ویندن۔ اخلاقی قدراں مکدیاں پن۔ نام نہاد ترقی دھرتی دا سنہپ کھادی ویندی اے۔ حرص تے ہوس انسان دا چیتار لاڈتے۔ زناور رل وسن اچ خوش ان، بندے کوں بندے دا منہ نی بھاندا"(۱۴)

عبد الباسط بھٹی نے خاکے نہیں لکھے بلکہ پورٹریٹ بنائے ہیں۔ صرف شخصیات کی ہی تصویر کشی نہیں کی بلکہ ان کے جذبات اور معروضی حالات کی بھی تجسیم کاری کی ہے۔ ان کا قلم کاغذ پر لفظ نہیں لکھتا بلکہ ان لفظوں میں ایسی روح پھونک دیتا ہے کہ تحریر طلسمات کا خوابیدہ محل محسوس ہوتی ہے۔ بس پڑھنے لگو تو لفظ بیدار ہو جائیں اور علم و آگاہی کے بھاگ جاگ جائیں کسی زبان کو عبد الباسط بھٹی جیسا فنکار مل جانا عطیہ خداوندی بھی ہے اور معجزہ بھی۔

محمد اسلم میتلا منصف سماج ہی نہیں بلکہ محرر سماج بھی ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں چھپنے والی یہ اُن کی کتاب "لعل سرائیکی دے" کل اکتیس شخصی خاکوں پر مشتمل ہے۔ ان شخصیات میں سے زیادہ تر اب آسودہ خاک و خاک ہو چکی ہیں۔ تاہم اسلم میتلا نے ان کے خاکے چھاپ کر ان کو تاریخ ادب میں محفوظ کر لیا ہے۔ اسلم میتلا سرائیکی ادب کے پہلے انشائیہ نگار ہیں، لیکن ان کا خیال ہے کہ وہ سرائیکی زبان کے پہلے خاکہ نگار بھی ہیں حالانکہ خاکہ نگاری پر اس سے بیشتر کئی خاکے رسائل و جرائد میں چھپ چکے تھے۔ خیر ایک دعویٰ اور سہی اس کا فیصلہ محقق کریں گے یا تاریخ۔ محمد اسلم میتلا ایک خاصے تجربہ کار مصنف اور محقق تھے۔ خوب لکھتے تھے۔ شستہ شائستہ اور شگفتہ لکھنے میں صاحب کمال قلم کار تھے۔ دلشاد کلانچوی پر لکھے ان کے خاکے سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

بیضوی چہرے تے گولائی دار عینک، قد درمیانہ، جسم متناسب، کوٹ پتلون وچ ملبوس، سرتے گول ٹوپی، جامہ زیب، متاثر کن شخصیت، معیشت داں، نثر نگار، شاعر، نقاد، ماہر فریدیات"(۱۵)

معروف سرائیکی لکھاری محمد اسماعیل احمدانی کے خاکے کا ایک انداز دیکھیں۔

سرخ و سفید بارعب چہرے تے کالیاں مچھاں شخصیت کوں باوقار بناون وچ مددگار، متناسب جسامت، عام طور تے کوٹ پتلون زیب تن، آخری عمر اچ بارش تھئے تے لباس وچ سادگی دا ظہور، بلوچی روایات دے امین، مصنف پیت دے پندھ، چھولیاں تے امر کہانی، سیں محمد اسماعیل احمدانی"(۱۶)

اسلم میتلا کی زبان پر اردو کے واضح اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ ٹھیٹھ الفاظ سے اجتناب محسوس ہوتا ہے تاہم تحقیق، تنقید اور تخلیق میں ان کا اپنا اسلوب و مقام متعین ہے۔

حفیظ طاہر گھوٹیہ کے خاکوں کی کتاب "خواہ کہ" بھی خاصے کی چیز ہے چودہ خاکوں کی یہ کتاب اپنے اندر کئی خاکہ نگاروں کے خاکے بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ حفیظ طاہر کے خاکے سلاست اور لسانی تجربات سے شخصیات کے سنگھار کا جیتا جاگتا تحریری جہان ہے جہاں تحیر و رفعت خیال کے ساتھ نکتہ سنجی اور مذاق و مزاج سے تڑکا لگا کر ست قسما کرنچی پکوان بھی فرائی خیالات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔(۱۷)

سرائیکی خاکہ نگاری کے اجمالی جائزہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگرچہ یہ صنف سرائیکی ادب میں اردو سے منتقل ہوئی مگر سرائیکی خاکہ نگاروں نے اپنے مشاہدے اور فنی پختگی کی بنا پر اسے عالمی ادب کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے۔ سرائیکی خاکہ نگاروں نے اپنی مادری زبان کی چاشنی اور اثر پذیری کے شعور کے ساتھ خاکہ نگاری میں ایسے شاندار تجربے کیے کہ قاری کی نظروں کے سامنے شخصیت کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ یہ صنف ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید نکھرتی اور عوام و خواص کی مقبولیت حاصل کرتی ہوئی رواں دواں ہے۔

حوالہ جات

1. مولوی لطف علی، سیف الملوک (مرتب و مترجم: بشیر احمد ظامی)، اردو اکیڈمی (طبع دوم)، بہاول پور، ۱۹۹۴، ص ۱۸۵
2. سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۹
3. سیفی، ڈاکٹر بشیر، خاکہ نگاری، نذیر سنز پبلیشرز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۴
4. میتلا، محمد اسلم، لعل سرائیکی دے، جھوک پرنٹرز ملتان، ۲۰۰۹ء، ص ۷
5. قاصر فریدی، جوان تاڈیکھ، الفاظ پرنٹنگ پریس، رحیم یار خان، ۱۹۹۰ء، ص ۷

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

6. ایضاً، ص۱۹
7. جیلانی، سید انیس شاہ، مہانڈراڈیکھنس، نور رحمان پریس، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص۹
8. گبول، غلام حسین راہی، مٹھڑے تیر، سانول سرائیکی ادبی اکیڈمی، بھونگ) صادق آباد، ۱۹۹۲ء، ص۱۲۹
9. عبدالباسط بھٹی، ڈکھ ڈول، سرائیکی ادبی مجلس، بہاول پور، ۱۹۹۵، ص ۱۲۱
10. ایضاً، ص۲۶
11. جیلانی، سید انیس شاہ، مژدنگ، حیرت شملوی اکادمی، (محمد آباد) صادق آباد، ۱۹۹۶ء، ص۲۶
12. ایضاً، ص ص۳۳، ۳۲
13. ایضاً، ص۳۸
14. عبدالباسط بھٹی، سانول سلونے، جھوک پرنٹرز، ملتان، ۲۰۱۳، ص ۷۴
15. مبتلا، محمد اسلم، لعل سرائیکی دے، جھوک پرنٹرز، ملتان، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲
16. ایضاء ص۱۳۸
17. حفیظ گھوٹیہ، خواہ کہ، جھوک پرنٹرز، ملتان، ۲۰۲۴ء